R-N-2/86/56

REGD.NO-L922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۷، شمارہ ۳۶	ایڈیٹر: آل احمد سرور	۲۲ ستمبر ۱۹۶۸ء

اداریہ

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

ہمارے پاس بمبئی کے گیارہ اردو دوستوں کا ایک خط آیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کئی سال ہوئے بمبئی کے مزدور علاقہ مدن پورہ میں ایک اردو ہال کی تعمیر کے لیے بمبئی کی پبلک سے چندہ لیا گیا تھا۔

"مدن پورہ میں ایک دیوا اس کو آپریٹو سوسائٹی ہے۔ اس کے پاس ایک پریس اور کئی عمارتیں ہیں۔ اس سوسائٹی کی ایک عمارت کا بالائی حصہ اردو ہال کی تعمیر کے لئے مخصوص کر دیا گیا، پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ بمبئی میں خوشحال طبقہ اردو کے لئے تعمیری کام نہیں کر سکا۔ بمبئی کے مزدور اردو ہال بنائیں گے۔ اس میں کتب خانہ ہوگا، باہر سے علمی ادبی مقررین آئیں گے۔ ان کے قیام کے لئے مہمان خانہ ہوگا۔ عوام کی توجہ مبذول کرانے کے لئے اس عمارت کی کھلی چھت پر مشاعرے، ادبی اور سیاسی تقریریں ہونے لگیں۔ اردو ہال کے لئے مشاعرے، ڈرامے، دہلی کا یادگار مشاعرہ اسٹیج کیا گیا جس میں سہراب مودی سے لے کر راج کپور تک نے اداکاری کی۔ یہ سارے پروگرام ٹکٹ، عطیات، چندہ، بروشر شایع کر کے کاروباری اور فلمی حلقوں سے اشتہارات حاصل کئے گئے۔ اندازہ یہ ہے کہ مجموعی طور پر ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ چندہ جمع ہوا۔ ایک سہانی صبح سورج کی کرنیں پھیل رہی تھیں ان کی آمد کے ساتھ اخبارات ہاتھوں میں آئے تو معلوم ہوا کہ سوسائٹی کے لاکھ سوا لاکھ روپیہ نہایت چابکدستی سے خرد برد ہو گئے۔ اردو ہال کے روپے غائب ہیں۔ اخبارات میں مضامین آئے لیکن اردو کے ہمدردان و بہی خواہان جو تمام پروگرام میں ٹکٹ، عطیات اور اشتہارات کے حصول میں پیش پیش رہے تھے، ایک نے بھی ضرورت محسوس نہ کی کہ حساب فہمی کا تقاضا کرے۔ انجمن ترقی اردو کی شاخ بمبئی کے اراکین نے بھی مصلحت پسندی کو شعار بنایا"

بمبئی کے ان اردو دوستوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "اردو ہال کی رقم حاصل کرنے کے لئے انجمن ترقی اردو بمبئی، اردو محاذ بمبئی اور زبان و ادب سے متعلق جتنے ادارے ہیں، ان کے نمائندے ایک کمیٹی بنا کر جد و جہد شروع کریں۔ اگر آسانی سے یہ رقم حاصل نہیں ہوتی تو اخبارات کے تعاون سے عطیات، چندہ، اشتہارات دینے والوں کی فہرست بنا کر رقم کا اندازہ لگایا جائے!

انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ "اردو ہال کے لئے جو رقم اکٹھا ہوئی تھی اردو ہال کے منتظمین سے وہ رقم حاصل کر کے اردو گھر دہلی کو دے دی جائے۔"

ہمیں معلوم نہیں کہ اس خط میں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ مگر چونکہ معاملہ اہم ہے اس لیے ہم بمبئی کے اردو دوستوں اور اردو اداروں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس شکایت کی پوری جانچ کریں اور اگر خدانخواستہ اتنی بڑی رقم کا حساب صاف نہیں ہے تو متعلقہ حضرات سے حساب صاف کرنے اور رقم بینک میں جمع کرنے کا مطالبہ کریں۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے، اگر یہ رقم محفوظ ہے یا اسے متعلقہ حضرات سے حاصل کیا جائے گا، تو ہم چاہیں گے کہ یہ اردو ہال کی تعمیر پر ہی صرف ہو یا بمبئی کے اردو دوستوں کے مشورے سے بمبئی میں اردو کی بقا اور اشاعت کے کاموں پر صرف ہو۔ اردو گھر کے لئے ہم علیحدہ چندہ جمع کرنا چاہتے ہیں اور بمبئی کے اردو دوستوں سے بھی اردو گھر کے لئے چندے کی درخواست کرتے ہیں مگر یہ رقم بمبئی کے اردو دوستوں نے جس خاص مقصد کے لئے جمع کی تھی اسی پر صرف ہونی چاہیے۔

بہرحال اگر یہ الزام غلط ہے تو متعلقہ حضرات کی طرف سے اس کی تردید ضروری ہے اور اگر خدانخواستہ صحیح ہے تو بمبئی کے اردو اداروں کو مل کر اس سلسلے میں مناسب قدم اٹھانا چاہیے تاکہ یہ رقم اس کام میں آ سکے جس کے لئے جمع ہوئی تھی۔ ہم نے

خط لکھنے والوں کے نام اور جن لوگوں سے شکایت ہے ان کے نام حذف کرنے مناسب سمجھے تاکہ بلا وجہ کسی پر الزام نہ آئے اور سارے معاملے کی پوری جانچ ہو سکے۔

۲۱ برس بعد حکومت اتر پردیش کے اردو گزٹ کی اشاعت شروع

لکھنؤ۔ حکومت اتر پردیش کا پہلا اردو گزٹ جاری ہو گیا ہے۔ اردو میں گزٹ جاری کرنے کا اعلان حکومت نے ۱۲ مہینے ہوئے کیا تھا۔ یہ پہلا گزٹ ۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اردو گزٹ شائع کرنے کا اعلان مخلوط ریاستی سرکار کے سربراہ چودھری چرن سنگھ نے یو۔ پی اسمبلی میں ۱۲ ماہ قبل کیا تھا۔ اتر پردیش حکومت کا دراصل یہ پہلا اردو گزٹ نہیں ہے۔ آزادی سے قبل جب دوسری کانگریسی وزارت ۱۹۴۶ء میں بنی تھی تو اس وقت کے ریاستی وزیر داخلہ جناب رفیع احمد قدوائی کی کوششوں سے ریاستی سکریٹریٹ میں ایک "بھاشا وبھاگ" قائم ہوا تھا اور سرکاری گزٹ کے کچھ حصے اس محکمہ کے تحت اردو میں شائع ہونا شروع ہوئے تھے لیکن آزادی کے فوراً بعد اس اردو گزٹ کی اشاعت بند کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد ۲۱ برس تک اردو جاننے والوں کی اس سب سے بڑی ریاست اتر پردیش میں اردو گزٹ شائع نہ ہو سکا۔ اس دوران اردو والوں کی طرف سے متعدد تحریکیں چلتی رہیں۔ انجمن ترقی اردو اور دوسری تنظیموں نے برابر حکومت سے مطالبہ جاری رکھا کہ ریاست میں اردو کی سرکاری سرپرستی بھی کی جائے اور منتخب قوانین و اعلانات اردو میں بھی شائع کیے جائیں۔ اس سلسلے میں رائے عامہ کے دباؤ سے رفتہ رفتہ حکومت نے اردو کو بعض مراعات دینے کا اعلان کیا۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ چند منتخب اضلاع میں دفاتر و عدالتوں میں اردو میں درخواست دینے کی اجازت ہوگی اور گزشتہ الکشن کے بعد اردو گزٹ شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن اس کے باوجود یہ معاملہ معرض التوا میں رہا۔ اتر پردیش میں صدر راج قائم ہونے کے بعد ریاستی گورنر جناب بی گوپالا ریڈی اور چیف سکریٹری جناب بپن بہاری لال نے اس اردو گزٹ کے اجراء میں خصوصی دلچسپی لی اور ان دو افراد کی دلچسپی کی بنا پر اردو گزٹ شائع ہوا۔ سرکاری احکام اور ضوابط کے اردو میں ترجمہ کی روایت بہت پرانی ہے لگ بھگ سو سال پہلے آگرہ اور اودھ کے متحدہ صوبے (یوپی) کے قیام کے ساتھ ہی انگریزی میں مرتب اور نافذ ہونے والوں کا اردو ترجمہ ہونے لگا تھا۔ منشی نول کشور کے پریس نے اس سلسلے میں زمینداری ریونیو، پولیس اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے ان گنت سرکاری ایکٹ اور ضابطے اردو میں ترجمہ کرکے شائع کئے تھے اس سلسلے میں اصطلاحات کا مسئلہ کافی پیچیدہ تھا لیکن جب مولوی نذیر احمد نے تعزیرات ہند کا ترجمہ کیا تو یہ مسئلہ کم از کم فوجداری اور دیوانی قانون کے میدان میں حل ہو گیا۔ مولوی نذیر احمد کے وضع کردہ الفاظ دفتری اور سرکاری نظم و نسق میں عام طور پر استعمال ہونے لگے۔ پولیس اور عدالت کے کام کاج میں آج تک مولوی نذیر احمد کے ترجمہ کی اصطلاحات رائج ہیں۔ اردو گزٹ کے اجراء کا اردو داں طبقوں میں زبردست خیر مقدم کیا گیا ہے اور اردو کی پرامن لڑائی لڑنے والے تمام افراد و انجمنوں نے اس گزٹ کا خیر مقدم کیا ہے اور گورنر اور چیف سکریٹری کو مبارکباد دی ہے۔ (قومی آواز)

دیوان غالب کا "لندن ایڈیشن" شائع ہوگا

لکھنؤ۔ لندن سے شائع ہونے والے اردو ماہنامہ "نئی صدی" کے زیر اہتمام لندن میں "غالب صد سالہ یادگار" جشن منانے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس موقع پر مرزا غالب کا اردو دیوان "لندن ایڈیشن" کے نام سے شائع کیا جائے گا۔ ماہنامہ "نئی صدی" کے مدیر اعلیٰ جناب سردول سنگھ نے جن کے اہتمام میں "لندن ایڈیشن" مرتب ہو رہا ہے مقدمہ لکھنے کے لئے پروفیسر سید احتشام حسین رضوی صدر شعبۂ اردو الٰہ آباد یونیورسٹی سے استدعا کی ہے۔ دیوان کا فرہنگ اور انڈیکس آل انڈیا غالب اکاڈمی کے صدر مولانا ناخبیر بھوروی تیار کریں گے۔ غالب صد سالہ تقریب کے سلسلے میں ادارہ "نئی صدی" لندن میں بزم مشاعرہ بھی منعقد کرنے کا اہتمام کر رہا ہے جس میں ہندوستان اور پاکستان کے ممتاز شعراء مدعو کئے جائیں گے۔ مرزا غالب کی نایاب تصاویر اور نادر تحریروں کی جو صدر آل انڈیا غالب اکاڈمی خبیر صاحب نے برسوں میں فراہم کی ہیں نمائش بھی کی جائے گی۔ اس جشن کے موقع پر اردو کے چند ممتاز انگریز شعراء کے موضوع پر ایک سیمینار بھی کیا جائے گا۔

(قومی آواز)

غالب کی سویں برسی کے لیے بیرونی ملکوں کا دورہ

لکھنؤ۔ معلوم ہوا ہے کہ مرزا غالب کی صد سالہ برسی کی تقریب کے سلسلے میں چندہ جمع کرنے کے لئے دو اردو شاعر آئندہ مہینے کے دوران برطانیہ جائیں گے۔ واپسی پر وہ کینیا، یوگنڈا اور افغانستان کا دورہ کریں گے یہ دونوں شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی اور بیکل اتساہی ہیں۔ (سیاست)

نیپال کی بزم ادب کے اہتمام میں ایک اردو مشاعرہ

لکھنؤ۔ نیپال کی بزم ادب کی دعوت پر ہندوستان کے چھ شعراء نیپال جائیں گے۔ یہ ایک مشاعرے میں شرکت کریں گے۔ (الجمعیۃ)

سید شہاب الدین دسنوی

اردو کی درسی کتابوں کا مسئلہ

اردو زبان کے جن بنیادی مسئلوں پر بہت کم توجہ دی گئی ہے، ان میں درسی کتابوں کا مسئلہ بھی ہے۔ ملک میں جہاں جہاں اردو کی تعلیم کا رواج ہے اگر وہاں کی درسی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ کئی مضامین تو ایسے ہیں جن کی کتابیں سرے سے غائب ہیں، طلبہ صرف ان یادداشتوں کی مدد سے اپنا کام چلاتے ہیں جو مدرسین ازراہِ کرم لکھوا دیتے ہیں۔ اور اگر کتابیں ہیں بھی تو ان میں سے اکثر ایسی ناقص اور بری چھپی ہوئی ہیں کہ ان کو نصاب میں نہ داخل کیا جائے تو بہتر ہے۔ غلط معلومات، غیر نفسیاتی ترتیب، زبان پیچیدہ، تصویریں منہ چڑانے والی، جغرافیے کے نقشوں میں نہ پہاڑ اور دریا کا فرق ظاہر ہو، نہ چینی اور امریکی کی صورتوں کا۔ اس افسوسناک صورت حال کی طرف جب کبھی ارباب اردو کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی تو جواب ملا کیا جائے "مجبوری ہے"۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم اردو میں تعلیم دلانے کے حق میں تو ضرور ہیں لیکن اگر اس سے ہمارے بچوں کو گھٹیا قسم کی تعلیم ملتی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس صورت حال سے مطمئن ہو جانے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم میں سے پڑھا لکھا طبقہ جہاں جہاں ممکن ہے اپنے بچوں کو اب اس سے انگریزی میڈیم کے اسکولوں میں داخل کرانا پسند کرتا ہے اس لئے اردو کی گھٹیا قسم کی تعلیم ان پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔

درسی کتابوں میں سب سے اہم کتاب پرائمر ہوتی ہے۔ بیس پچیس سال پہلے بعض تعلیمی اداروں اور ناشروں نے اپنے تجربوں کی بنیاد پر نئے اردو کے قاعدے تیار کرائے تھے۔ ان میں عام طور سے حروف کے نام کے بجائے صوتی طریقے سے حروف شناسی کرائی جاتی ہے پھر الفاظ پھر مفرد جملے اس کے بعد مربوط جملے پڑھانے کی نوبت آتی تھی۔ جدید طریقۂ تعلیم کے مطابق حروف شناسی کے بجائے جملاتی طریقے سے پڑھانے کی ابتدا کرنے کا اصول تو تسلیم تھا لیکن کامیابی کے ساتھ اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اردو رسم خط میں حروف ملائے جاتے ہیں اور ملاتے وقت حرف کی پوری شکل کے بجائے اس کا صرف ابتدائی ٹکڑا ملایا جاتا ہے۔ نستعلیق طرز تحریر میں کئی حروف ایسے ہیں جن کی کئی ابتدائی شکلیں ہوتی ہیں۔ مثلاً حرف 'ب' کی شکل باپ، بم، بی بی، ببول میں الگ الگ قسم کی ہے۔ تعلیم کی بالکل ابتدائی منزل پر کم سن بچے کے ذہن میں آواز کا حرف کی شکل کا تعلق پیدا کرنا اسی حالت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ حرف آنکھوں کے سامنے ایک ہی شکل میں بار بار آئے۔ یہی سبب ہے کہ جدید طرز کے قاعدہ لکھنے کا کام یا تو ہوا ہی نہیں اور جب کوشش کی گئی تو وہ بہت کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن امسال مہاراشٹر حکومت کی طرف سے مختلف زبانوں کے پرائمر کے ساتھ اردو کا جو قاعدہ شائع ہوا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔

قاعدہ کا نام "اسعد بال بھارتی" ہے۔ "بال بھارتی" مراٹھی، گجراتی، ہندی اور انگریزی کے پرائمر کا مشترک نام ہے۔ اردو کا قاعدہ (جو دراصل قاعدہ اور پہلی کتاب پر مشتمل ہے) پانچ رنگوں میں آفسیٹ پر چھاپا گیا ہے، صفحات کی تعداد ۵۶ ہے۔ جن اصولوں پر یہ قاعدہ مرتب کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:۔

(۱) ابتدا جملے سے ہوتی ہے، جملے مربوط اور کسی عنوان کے تحت ہیں۔

(۲) ابتدائی ستائیس اسباق میں نسخ طرز تحریر استعمال کی گئی ہے لیکن اس التزام کے ساتھ کہ لفظ کا آخری حرف نستعلیق شکل سے قریب تر ہو۔ یہ کام ایک سمجھدار کاتب کے ذریعے آسانی کے ساتھ انجام پا گیا۔ بعض حروف کو جوڑنے میں جو شکلیں بدل پڑتی ہیں، نسخ خط کی وجہ سے اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس طرح جملے بنانے میں بھی آسانی پیدا ہو گئی۔

(۳) رنگین طباعت سے ایک فائدہ یہ اٹھایا گیا کہ جہاں کہیں کوئی حرف مکمل یا جزوی شکل میں پہلی بار استعمال ہوا اسے سرخ رنگ میں

بشیر آذر

بے بصری

اندھیرے سمندر کی بے نور مخلوق نے
پاسبانی کو پھر جن لئے
پرانے مگرمچھ
جن کے خونخوار جبڑوں میں وہ درد دھوں سے گرفتار ہے
آکٹوپس[1]
ڈل کے ڈل جن کے
وقت کے ساتھ جمتی ہوئی کائی کی تہہ سے
اپنی مکروہ سونڈیں ہواؤں میں لہرا رہے ہیں
کسی نہ کسی کی تو گردن پھنسے گی۔

سمندر اندھیرا
سمندر کی مخلوق اندھی
کوئی تو انھیں روشنی دے
آگہی دے
کہ دیکھیں
سمندر میں کتنے ہی عفریت آباد ہیں۔

[1] ایک عجیب سمندری جانور جس کی کئی سونڈیں ہوتی ہیں

چھاپا گیا ہے۔

(۴) ت، چ، ح، خ یا ہ، ع کی درمیانی شکل نہیں بدلی گئی ہے مثلاً "سعید" کو سعید، اور "صحت" کو صحت لکھا گیا ہے۔ (ہماری زبان کے ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے میں محمد شیث شیام پوری صاحب نے یہی بات لکھی ہے اس سے پہلے بھی یہ تجویز پیش ہوئی لیکن اسے عام کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔)

(۵) حتی الامکان آوازوں کے لحاظ سے جملوں کو اس طرح مترنم بنانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بچوں کی زبان پر آسانی سے چڑھ جائیں۔

(۶) ہم آواز عربی حروف مثلاً ح ح ص ض ط ظ وغیرہ اس وقت کے لیے چھوڑ دیے گئے ہیں جب کہ بچہ روانی کے ساتھ چھوٹی موٹی عبارت پڑھنے کے قابل ہو جائے۔ اس طرح پہلے اس میں خود اعتمادی پیدا کی جاتی ہے۔

(۷) جب بچہ ستائیس سبق پڑھ کر حروف تہجی سے پوری طرح روشناس ہو جاتا ہے اور مسلسل عبارت پڑھنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے تب ایک عبوری سبق کے ذریعے اسے نسخ سے نستعلیق رسم خط کی طرف لایا جاتا ہے اٹھائیسویں سبق میں خاص طور پر ایسے الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے جو پہلے آچکے ہیں، انھیں پہلے نسخ اور اس کے نیچے نستعلیق رسم خط میں لکھا گیا تاکہ بچے خود ہی ان دونوں کا فرق معلوم کرلیں خاص طور پر شکلیں بدلنے والے حروف کا فرق سمجھ لیں۔

(۸) دس سبق نستعلیق رسم خط میں درج ہیں جن سے اچھی خاصی مشق ہو جاتی ہے۔ اور بچے اگلی کتابیں نستعلیق میں پڑھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(۹) کتاب میں تقریباً چھ سو الفاظ کا ذخیرہ ہے۔ یہی تعداد مراٹھی اور دوسری زبانوں کی کتاب میں بھی ہے۔

(۱۰) تصویروں کے سلسلے میں آرٹسٹ کی داد دینی چاہیے۔ نہ صرف یہ کہ چہرے مہرے میں ننھے ننھے طلبہ کے نقطۂ نظر سے کافی جاذبیت پائی جاتی ہے بلکہ اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ تصویروں کو قد اور رنگوں کے اعتبار سے اسباق پر حاوی نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ صرف دلچسپی قائم کرنے کی ضرورت پوری کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قاعدہ اپنی نوعیت کا واحد قاعدہ ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے اس سے بہتر اردو کا قاعدہ آج تک شایع نہیں ہوا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ نہ صرف مدرسین بلکہ تعلیم اور اردو کے بنیادی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے اس کا مطالعہ کریں۔ کتاب نقائص سے پاک نہیں امید کہ آئندہ وہ دور کر دئے ءء

ءء جائیں گے۔ کتاب کا سرورق مضبوط کاغذ سے بنایا گیا ہے۔ طباعت کی ساری خوبیوں کے باوجود قیمت ۹۰ پیسے رکھی گئی ہے بمبئی کے کسی تاجر کتب یا براہ راست مکتبہ بک بیورو، اسریکا "یونی ورسٹی روڈ پونا ۷" سے مل سکتی ہے۔

؎ انگلستان میں انگریزی کے سلسلے میں I T A ابتدائی حروف تہجی کی تعلیم کے طریقے میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ ش، چ وغیرہ کے لئے نئے حروف شا کی مدد سے جو SH یا CH سے ملتے جلتے ہیں، پڑھایا جاتا ہے اور جب طلبا روانی سے عبارت پڑھنے لگتے ہیں تو پھر انھیں مروجہ حروف سکھا دئے جاتے ہیں۔ اس طریقے سے طلبہ کا بہت کافی وقت بچتا ہے۔

اسلام الدین قریشی

ہماری زبان کے اداریے

۱۹۷۷ء میں ہماری زبان میں جو اداریے لکھے گئے ان کا اشاریہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

	عنوان	ہماری زبان تاریخ
۱۔	نیا سال اور ایک سوال	یکم جنوری ۱۹۷۷ء
۲۔	ہندوستان کے اردو دانشوروں سے (۱)	۸ ر ״ ״
۳۔	ہندوستان کے اردو دانشوروں سے (۲)	۱۵ ر ״ ״
۴۔	اردو کی بقا اور ترقی کے لیے ضروری کام	۲۲ ر ״ ״
۵۔	وزیر اعظم سے انجمن کے وفد کی ملاقات (آل احمد سرور)	یکم رفروری ״
۶۔	یہ چناؤ	۸ ر ״ ״
۷۔	غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلے کے کام	۱۵ ر ״ ״
۸۔	مولانا آزاد کی یاد میں	۲۲ ر ״ ״
۹۔	کیا اتر پردیش میں اردو کو واقعی سہولتیں ملی ہیں؟ (۱)	یکم رمارچ ״
۱۰۔	اتر پردیش میں اردو کے لئے سہولتیں؟ (۲)	۸ ر ״ ״
۱۱۔	میر عثمان علی خاں (آل احمد سرور)	۱۵ ر ״ ״
۱۲۔	عام چناؤ کے بعد	۲۲ ر ״ ״
۱۳۔	فوری عمل اور دور رس پروگرام دونوں پر نظر ضروری ہے	یکم راپریل ״
۱۴۔	جن سنگھ اور اردو	۸ ر ״ ״
۱۵۔	جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے	۱۵ ر ״ ״
۱۶۔	اقبال اور ہم	۲۲ ر ״ ״
۱۷۔	پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعلیم کے سلسلے میں سفارشیں	یکم رمئی ״
۱۸۔	انجمن کے سالانہ جلسے	۸ ر ״ ״
۱۹۔	نئے صدر جمہوریہ	۱۵ ر ״ ״
۲۰۔	کچھ بنیادی حقائق	۲۲ ر ״ ״
۲۱۔	جواہر لال نہرو کی یاد میں	یکم رجون ״
۲۲۔	ہم اردو کو سرکاری زبان کیوں تسلیم کرانا چاہتے ہیں؟	۸ ر ״ ״
۲۳۔	اثر صاحب کی یاد میں (آل احمد سرور)	۱۵ ر ״ ״

باقی آئندہ

ڈاکٹر محمد یٰسین

کشمیر میں اردو

تاریخ بتاتی ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ لوگوں کو اپنے دامن میں پناہ دی۔ فاتحین آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ مبلغین اور صوفیائے کرام نے اسے اپنا مسکن بنایا۔ پریشاں حال قسمت کے مارے ہوئے مہاجرین نے اسے اپنا وطن سمجھا اور یہاں کے باشندوں نے انھیں خندہ پیشانی سے گلے لگایا جو اس ریاست میں آیا وہ پھلا پھولا۔ یہ صرف یہاں کی روح پرور ہواؤں کا طفیل نہیں ہے جس کی طرف عرفی نے:

سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید

والے شعر میں اشارہ کیا ہے۔ دراصل اس ریاست کی جبلت میں وسعت اور فراخ دلی ہے دوسروں کو اپنانے اور گلے لگانے میں اسے کبھی بھی عار نہیں ہوا۔ یہاں کے لوگ ہر اچھی چیز کو یوں اپنا لیتے ہیں جیسے وہ انھیں کی ہو۔ یہی حال اس ریاست میں اردو کے ساتھ ہوا۔ دکن میں جنگ بازوں کے درمیان اس نے آنکھ کھولی قلعۂ معلی کی بھینی بھینی فضاؤں میں اس نے ہاتھ پیر نکالے اور لکھنؤ کے منچلوں نے اسے پروان چڑھایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے لئے ہجرت روز ازل سے مقدر ہو چکی ہے۔ دکن سے دلی اور پھر لکھنؤ۔

اردو ہندوستان کا قومی ورثہ ہے یہ یادگار ہے ہندوستانی گنگا جمنی تہذیب کی ۱۹۴۷ء میں غلامی کی زنجیریں تو ضرور کٹ کر گر پڑیں لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم میں بوکھلاہٹ بھی عود کر آئی۔ اردو کی جانی پہچانی اردو سے ہم وہ زبان مراد لیتے ہیں جس میں سلاست ہو، روانی ہو، سادگی ہو، عام فہم ہو جسے ہندوستان کے ہر مکتبہ خیال کے لوگ اپنی زبان سمجھیں۔ وہ زبان جو کسی ایک فرقے کی زبان ہو یا صرف کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کی سمجھ میں آئے اردو نہیں ہے

قیام پاکستان کے بعد جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے اردو پاکستان منتقل ہو گئی۔ لیکن پاکستانی اردو، اردو سے زیادہ بنادٹی ہے نہ اردو کے خدو خال ہیں اور نہ اس کی روح ہے۔

بدقسمتی کی انتہا اس وقت ہوئی جب آزاد ہندوستان میں اردو کا دم گھٹنے لگا۔ اس دلی اور لکھنؤ کی چھوکری کو خود اپنے گھر میں اجنبیت محسوس ہونے لگی۔ لیکن انیسویں صدی کے نصف آخر ہی سے اردو نے اپنی نزاکت سج دھج اور جولانی طبع سے کشمیر کو رجھانا شروع کیا تھا ریاست جموں و کشمیر نے اسے سرکاری زبان کا منصب عطا کیا اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں سرکاری اسکولوں میں اردو ذریعہ تعلیم قرار دی گئی اردو کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہی کی ابتدا جب آزاد ہندوستان میں اردو اپنے کو چھکڑا ہوا محسوس کرنے لگی تو کشمیر کی کھلی ہوئی آغوش میں وہ آ دبکی۔

اردو کی موجودہ پوزیشن

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست جموں و کشمیر کی پوری آبادی ۳۵ لاکھ ۰۷ ہزار نو سو ۸۴ ہے یہ معمولی بات نہیں ہے کہ اسی رپورٹ کے مطابق جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے ان کی تعداد ۱۹۲۲۵ ہے۔

ریاست جموں و کشمیر کے تین مختلف علاقے ہیں۔ وادی کشمیر، جموں اور لداخ۔ وادی کشمیر کے لوگ کشمیری بولتے ہیں۔ جموں کے ڈوگری اور پنجابی اور لداخ کے لداخی۔ اردو ان تینوں علاقوں میں رابطہ کی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور مقبول عام ہے۔ پٹھان کوٹ سے آگے ریل کی مسافر گاڑیاں نہیں چلتی ہیں ساری آمدورفت موٹروں اور بسوں کے ذریعہ ہوتی ہے ٹرک، مال گاڑی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں عموماً اور جموں صوبہ میں خصوصاً سارا ٹرانسپورٹ سکھ اور پنجابی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ سکھ ڈرائیور اپنے ٹرکوں کو دلہن کی طرح سجاتے ہیں بس کے اندر جہاں اردو میں ایسی عبارتیں تحریر ہوتی ہیں سواری اپنے سامان کی خود ذمہ دار ہوگی "سگریٹ پینا منع ہے" "کھڑکی سے

محمد مختار الرحمٰن خاں مختار

غزل

چاند کے ارادے ہیں قصد ہیں ستاروں کے
حوصلے کوئی دیکھے ہم جنوں شعاروں کے

اپنے عزم محکم پر کیوں نہ ناز ہو ہم کو
رخ پلٹ دئے اس نے کیسے کیسے دھاروں کے

اے جمال سر تا پا اے شبیہ رعنائی
تیرے رخ سے ملتے ہیں سلسلے بہاروں کے

ان سے زندگانی کا حوصلہ کوئی سیکھے
پھول مسکراتے ہیں پہلوؤں میں خاروں کے

جانے کھو گئی ہیں وہ کون سے اندھیروں میں
خواب ہم نے دیکھے تھے جن حسیں بہاروں کے

کس سے داد غم چاہیں کس کو حال بتلائیں
وہ جو زخم خوردہ ہیں آپ اپنے یاروں کے

سچ تو ہے یہی مختار آج کی گرانی نے
ہوش کر دئے رخصت کتنے ہوشیاروں کے

ہاتھ اور سر باہر نہ نکالیں" وہاں بس کے اندر اور باہر یہ بھی لکھا ہوتا ہے "ملے گا مقدر اپنا" "ست گورو تیری اوٹ" اور "یارب تیرا سہارا" وادیٔ کشمیر کی بسوں کو یہ کتبے زینت بخشتے ہیں "خدا حافظ" "شب بخیر" "خوش آمدید" اور "ھٰذا من فضل ربی" پٹھان کوٹ سے جموں اور جموں سے سرینگر تک ٹرکوں کا لامتناہی سلسلہ جاری وساری رہتا ہے ٹرک میں کہ ہوا میں اڑ رہے ہیں اور ان کی پشت پر لکھا ہوا ملتا ہے "پھر ملیں گے" "اشارے کا انتظار کریں" "فرنیچر سیل جاری ہے" وغیرہ وغیرہ۔

یہ ثبوت ہے اس غیر ارادی اور والہانہ لگاؤ کا جو ریاست جموں و کشمیر کے باشندوں کو اردو سے ہے جموں کا رہنے والا اپنے میں یا پنجابیوں کے ساتھ تو پنجابی میں گفتگو کرے گا یا ڈوگری میں۔ لیکن دوسروں کے ساتھ وہ اردو میں بات چیت کرتا ہے۔ یہی حال وادیٔ کشمیر میں ہے۔ گفتگو یا تو کشمیری میں ہوگی یا پھر اردو میں۔ پوری ریاست میں عام لوگ خط وکتابت اردو میں کرتے ہیں جموں کے رہنے والے ایک پروفیسر سے زبان کے مسئلے پر بات چیت چلی انھوں نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے دو جملوں میں گفتگو کا خاتمہ کر دیا۔

"ہمیں نہ تو کشمیری چاہیے اور نہ ہندی ہمارے لئے بس اردو ٹھیک ہے:

کشمیر میں ہائی اسکول تک ذریعہ تعلیم اردو ہے اس کے بعد اس کی جگہ انگریزی لے لیتی ہے۔ نیچے کے درجوں کے لئے نصاب میں جو کتابیں داخل ہیں ان کی زبان اردو ہے اور کتابیں فارسی اور دیوناگری دونوں رسم خط میں چھپتی ہیں۔

صحافت کے میدان میں۔

جموں و کشمیر میں شائع ہونے والے تقریباً تمام اخبارات اور رسائل اردو میں ہیں اور معیاری ہیں۔ وادیٔ کشمیر کے روزناموں میں پردیش کانگرس کا ترجمان "خدمت" (اڈیٹر نند لال واتل) سناتن دھرم یوک سبھا کا "مارتنڈ" (اڈیٹر بدری ناتھ شو) آزاد اخبار "آفتاب" (اڈیٹر ثناء اللہ بٹ) اور "نیا سنسار" (اڈیٹر غلام رسول عرفانی) ترقی پسند "مزدور" (اڈیٹر پیارے لال کرہی ہیو) اور نیشنل کانفرنس کا ارگن "نوائے کشمیر" (اڈیٹر غلام محمد ڈار) سرفہرست ہیں۔ جموں کے روزناموں میں کانگرس کا "سندیش" جن سنگھ کا "دیش" اور آزاد اخبار "اجالا" قابل ذکر ہیں۔

وادیٔ کشمیر سے غلام رسول عارف کی ادارت میں سہ روزہ "ہمدرد" اور ہفتہ وار "ہمدرد" نکلتے ہیں ہفتہ وار اخبارات کی فہرست کافی طویل ہے "دیش" (کسان سبھا) "پیام انقلاب" "روشنی" (احمدیہ) "محافظ" "نیا دور" "جیوتی" "نوجیون" "آئینہ" "انجام" "ہودستا" "رہنما" "بہار کشمیر" "کشمیر سماچار" "کاروان" "ازشیراز" "اذان" (جماعت اسلامی) اور تازہ پرچہ "تعلیم" پیش پیش ہیں جموں سے ہفتہ وار "چاند" اور "سچ" قابل ذکر ہیں۔ ڈیموکریٹک کانفرنس کا "جموں سندیش" بڑی تعداد میں چھپتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔

پندرہ روزہ میں وادی سے اہل حدیث حضرات کے دو الگ الگ پرچے "مسلم" اور "توحید" نکلتے ہیں۔ ماہناموں میں۔ اتحاد المسلمین کا "سفینہ" اور "الارشاد" کافی پڑھے جاتے ہیں، پندرہ روزہ "کرم ویر" سکھ لوگوں کا ترجمان ہے جموں و کشمیر کی کلچرل اکاڈمی کا دوماہی جریدہ "شیرازہ" ہندوستان اور پاکستان کے چوٹی کے رسائل میں شمار کیا جاتا ہے دوسرا سرکاری ماہنامہ "دیہات سدھار" ہے جو ڈیولپمنٹ کمشنر کے دفتر سے شائع ہوتا ہے۔

محکمہ نشر و اطلاعات جموں و کشمیر نے اردو میں بڑے اچھے کتابچے شائع کئے ہیں ان میں "درخشاں مستقبل کی راہوں پر" "جمہوریت کا استحکام" "سیکولرازم کی جیت" "قیمتوں کا سوال" اور "پاکستان کے تین رخ" نمایاں ہیں۔

شعر و ادب۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ کشمیر نے مجموعی طور پر اردو کی نشوونما میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے اردو شعر و ادب کی تاریخ بغیر کشمیری سپوتوں کے ذکر کے مکمل ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ پنڈت دیا شنکر نسیم، تربھون ناتھ ہجر، رتن ناتھ سرشار، آغا حشر کاشمیری، چراغ حسن حسرت، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، برج نرائن چکبست اور علامہ کیفی، اردو شعر و ادب کے روشن ستارے ہیں۔

موجودہ زمانے میں کشمیر کے اردو شعراء میں شہ زور کشمیری۔ غلام رسول نازکی، قیصر قلندر، مرزا کمال الدین شیدا، مہندر ناتھ ڈاکٹر حبیب اللہ حامدی، عشرت کشتواڑی، منوہر لال دل، کشن سمیل پوری اور پروفیسر طالب کے نام آتے ہیں جدید نسل کے شعراء میں پروفیسر شوریدہ کشمیری، وید راہی، مہندر رینہ، عرش صہبائی، فاروق نازکی دل رضوانی اور سیفی سوپوری کا نام لیا جا سکتا ہے ان کے علاوہ اردو کے بے شمار نوخیز شعراء ہیں جن کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ جلد ہی اپنی جگہ تلاش کر لیں گے۔

نثر لکھنے والوں میں پریم ناتھ پردیسی مرحوم، علی محمد لون، سوم ناتھ زتشی، نور شاہ، حامدی کاشمیری، غلام رسول نازکی، شمیم احمد شمیم، صوفی غلام محمد، غلام احمد میر، ڈاکٹر اکبر حیدری، غلام رسول سنتوش، ڈاکٹر عزیز احمد، فدا محمد حسنین، پریم ناتھ در، برج پریمی، پشکر ناتھ، موہن یاور، ٹھاکر پونچھی، تیج بہادر بھنی نردوش، محمد حسین بدخشی ڈاکٹر شمس الدین اور عبد الاحد آزاد مرحوم نمایاں ہیں۔

جس طرح بہت سے اردو کے کشمیری شعراء اور ادیب بیرون ریاست اقامت گزیں ہیں جیسے پنڈت آنند نرائن ملا، کشمیری لال ذاکر، کرشن چندر، اور رامانند ساگر وغیرہ اسی طرح ہندوستان کے دوسرے حصوں سے اردو کے ادیب اور شعراء کشمیر میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہیں مثلاً پروفیسر عبد القادر سروری،

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن، وامق جونپوری، کمال احمد صدیقی، آفاق احمد آفاق، اور بہت سے ایسے دوسرے حضرات کی موجودگی سے اردو میں نکھار پیدا ہو رہا ہے۔

ادبی انجمنیں

ریاست جموں و کشمیر میں مختلف اوقات میں صاحب ذوق اور اردو دوست حضرات کی کوششوں سے مختلف انجمنوں کا قیام عمل میں آیا۔ حلقۂ ارباب ذوق، انجمن ترقی پسند مصنفین، کلچرل کانگریس، انجمن سیاسیہ، بزم اردو اور انجمن فروغ اردو کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان انجمنوں کے مباحثے اور مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ ان میں سے اب بہت سی انجمنیں غیر متحرک ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں انجمن ترقی اردو کی سرینگر میں شاخ قائم ہوئی۔ ۱۹۵۹ء میں اس کی نئی تشکیل ہوئی۔ اب کشمیر سے انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس عاملہ کے لئے نعیم احمد شمیم نامزد ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۹ء کشمیر میں اردو کے لئے مبارک سال تھا۔ اسی سال بزم اردو کا قیام عمل میں آیا اور اسی سال جموں و کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو نے بزم ادب قائم کی۔

ادبی سرگرمیاں

اردو کی ادبی سرگرمیوں کی تعداد جتنی جموں و کشمیر میں ہے اتنی ہندوستان کے کسی دوسرے حصے میں نہیں پائی جاتی ہے۔ ریڈیو کشمیر کے مشاعرے جو جموں اور سرینگر دونوں جگہ منعقد ہوتے ہیں بڑے پیمانے پر اور بڑے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔ کلچرل اکاڈمی کا مشاعرہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ دراصل کلچرل اکاڈمی کے قیام سے اردو زبان اور ادب کو بڑا بڑھاوا ملا ہے۔ اکاڈمی اردو کی کتابوں کی اشاعت کے لئے امداد دیتی ہے۔ اکاڈمی کے زیر اہتمام موسم بہار اور خزاں میں گلمرگ اور پہلگام میں ادبی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ "انوار ابوالکلام آزاد" "سید گل" اور "ہمارا ادب" اکاڈمی کے زیر اہتمام شائع ہوئے ہیں۔

جماعت اسلامی نے جامعۂ اردو علی گڑھ کے تحت اردو کے امتحانات کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ سلسلہ ۱۹۵۲ء میں شروع ہوا تھا۔ اب سری نگر میں تین جامعہ کالج ہیں۔ ایک کے چیرمین مولوی عبد الحی ہیں اور دوسرے کے پروفیسر شیدا۔

ریاست کے سبھی اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹی جموں و کشمیر کے دونوں ڈویژنوں میں اردو کا شعبہ قائم ہے۔ یہ شعبے اپنی اپنی جگہ پر مشاعرے اور ادبی نشستیں منعقد کرتے ہیں۔ اردو کے شاعروں کی برسیاں نہایت ہی جوش و خروش سے منائی جاتی ہیں۔

اردو اور دوسری زبانیں

وادیٔ کشمیر میں کشمیری زبان میں شعر کہنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے جو سند حاصل کر چکے ہیں۔ پرانے لوگوں میں پنڈت دینا ناتھ نادم کو دنیا ایک شعلہ نوا شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے۔ نوجوان شعراء میں رحمان راہی کو ساہتیہ اکاڈمی نواز چکی ہے۔ ڈوگری میں جموں کے ٹھاکر رگھوناتھ سنگھ نام پیدا کر چکے ہیں لیکن سب سے خوبصورت بات یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ جموں اور کشمیر نے اردو کے بھی اچھے شاعروں اور انشا پردازوں کو جنم دیا ہے ان کے اشعار معیاری ہیں اور نثر میں جان ہے۔

ریاست جموں و کشمیر میں اردو نہ تو کسی کی رقیب ہے اور نہ کوئی اس کا دشمن۔ کشمیری زبان کے شعراء اردو میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ڈوگری اور پنجابی کا شاعر اردو میں بھی شعر کہتا ہے۔

ریاست میں ہندی کی تعلیم کے لئے پرائمری سے لے کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری تک کا انتظام ہے اور ہندی کے پروفیسران اردو میں بات چیت کرتے اور شعر کہتے ہیں۔ ریاست میں ہر زبان کے پھولنے اور پھلنے کے مواقع ہیں۔

ریڈیو کشمیر

اردو کی ترویج و ترقی اور اس کو مقبول عام بنانے میں ریڈیو کشمیر جموں اور سری نگر بھی بڑا اہم رول ادا کر رہا ہے۔ نہایت ہی شستہ زبان ہوتی ہے جو صحیح تلفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ مختلف موضوعات پر تقریروں کا دلچسپ سلسلہ، ساز و آہنگ، غزلیں، قوالیاں، حالات حاضرہ پر تبصرہ، خبرنامے اور بات چیت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ پروگرام "وادی کی آواز" میں عشق اللہ رکھا اور ان کی نوک جھونک دلی کی ٹکسالی زبان کا لطف دیتی ہے۔ صبح سویرے ریڈیو "آداب عرض" سے شروع ہوتا ہے اور رات گئے "نیا کشمیر پائندہ باد اور جمہوریت ہند زندہ باد" سے ختم ہوتا ہے۔

مراسلات

نظیر اکبر آبادی کا مزار

مدراس سے دلی جاتے ہوئے یہ ارادہ کر کے چلا تھا کہ آگرہ میں حضرت نظیر اکبر آبادی کے مزار کی زیارت کروں گا۔ اس نظیر کے مزار کی زیارت جس نے اردو میں عوامی شاعری کے تاج محل کی صرف بنیاد ہی نہیں رکھی بلکہ اپنے ہی ہاتھوں اس کو سنوارا بھی چنانچہ آگرہ میں نظیر کے مزار کا پتہ لگانے کی کوشش کی۔ تعجب ہے کہ اکثر احباب نے اس نام ہی سے ناواقفیت کا ثبوت پیش کیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ایک حد تک میں مایوس بھی ہو گیا تھا لیکن ایک معمر تانگہ والے کے توسط سے مجھے وہ جگہ معلوم ہوئی جہاں میاں نظیر دفن ہیں۔ تانگہ والا جگہ سے تو واقف تھا لیکن مزار کا تعین پھر بھی نہ کر سکا۔ اس نے بڑے زور سے آواز دی۔ ایک جھونپڑے سے ایک معمر بزرگ نکل آئے میرے استفسار پر انھوں نے شہنشاہ سخن نظیر کے مزار کی طرف اشارہ کیا۔ مزار ایک درخت کے سائے میں واقع ہے اور سراپا تصویر درد ہے یہاں آکر دنیا کی نیرنگی اور اردو زبان والوں کی بے اعتنائی پر بے حد افسوس ہوا۔ یہ اس نظیر کا مزار ہے جس نے عوام کے دکھوں کا علاج اپنی بے مثال شاعری سے کیا تھا۔ ایک طرف ماحول کی گندگی اور ٹوٹتے ہوئے مزار کی بے رونقی سے وحشت سی محسوس ہونے لگی میں نے کتبہ پڑھا چند آنسو نذر کئے اور چلا آیا۔

۳۰ر جولائی کی شام کو دلی میں محترم سجاد ظہیر صاحب نے مجھے اپنے ہاں چائے پر بلایا تھا۔ سجاد صاحب اور رضیہ آپا کے علاوہ محترم ڈاکٹر عابد حسین، صالحہ عابد حسین، غلام ربانی تاباں، ڈاکٹر اشفاق احمد، مخمور صاحب سعیدی رہی اور بھی دلی کے کئی شعراء اور ادیب مدعو تھے میں نے اپنی تقریر میں نظیر کے مزار کی کس مپرسی کا ذکر کیا سب لوگ اس سے بے حد متاثر ہوئے ڈاکٹر عابد حسین صاحب نے یہاں تک کہا کہ میں اس سلسلے میں حکومت کو ضرور متوجہ کروں گا۔

مجھے یقین ہے کہ اردو داں طبقہ ضرور اس پر توجہ فرمائے گا اور نظیر کے مزار کی مرمت پر غور کریگا اگر فوری طور پر اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا گیا تو دو چار سال کے اندر اندر جو چند قبریں رہ گئی ہیں ان کو بھی توڑ پھوڑ کر مکان بنوا دئے جائیں گے مزار کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

اگر ہم اپنے بزرگوں کو بھلا دیا تو آنے والی نسل یقیناً ہمیں بھلا دے گی اور نظیر ہی کے الفاظ میں۔

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

(حسرت سہروردی)

اردو رسم خط

ہماری زبان ۲۲ر اگست کے شمارہ میں ایک مضمون جناب شفیعت شیام پوری کا بعنوان "اردو کی ترویج و ترقی" شائع ہوا ہے۔ انھوں نے جناب حسن پنہروی صاحب کے اردو رسم الخط کے سلسلے میں اپنا اظہار خیال کیا ہے! اور دعوت فکر و نظر دی ہے!

اردو کے رسم الخط کے سلسلے میں ایک عرصۂ دراز سے غور کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں میری دلی خواہش رہی ہے کہ جب کہ اردو زبان ایک زندہ جاوید زبان ہے اور اس کا ادب دنیا کے اعلیٰ ترین زبانوں میں شمار ہوتا ہے۔ دنیا کے اندر اس کا پانچواں نمبر ہے اور ہندوستان میں تیسرا بلکہ دوسرا۔ اتنا ہوتے ہوئے اردو زبان کا اب تک کوئی پیارا سا ٹائپ نہیں؟ اور اگر ہے بھی تو نہایت پیچیدہ! آج بھی اردو کے بیشتر اخبارات و رسائل کاتب کی چھپائی یا یوں کہیں کہ مشہور رسائل کتابت کے ذریعہ چھپائی اور عموماً فوٹو آفسیٹ کے محتاج ہیں!

اردو رسم الخط کی جہاں تک کرسیوں کا تعلق ہے میں نے غور کیا ہے تو اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ یہ کرسیاں خواہ نسخ ہوں یا نستعلیق انگریزی یا مغربی ممالک کی دیگر زبانوں کی طرح ہم شکل یعنی ایک طرح کی نہیں ہیں بلکہ ان کو لکھنے پر مختلف شکلیں بنتی رہتی ہیں اور یہ اپنی زبان کا رسم الخط ایک طرح کا PICTURESQUE یا تصویری رسم الخط کہا جا سکتا ہے گو کہ یہ بہت ترقی یافتہ اور بڑھا چڑھا ہے! (رفیع القدر خان خاطر حافظ گورکھپوری)

یہ اشعار کس کے ہیں

مصیبت کو سنے آ کر ظفر کی — کہاں طاقت ہے ایسی بر و بشر کی
بہو دی آہ اللہ اس میں نے — خلف جھوٹے کی خواہش میں زر کی
مجھے رنگون میں کیوں نظر پڑے چین — قبر سے دور ہوں اپنے پدر کی

مندرجہ بالا اشعار کے بارے میں ہمارے دوستوں کے درمیان اختلاف ہے لیکن کثیر رائے یہ ہے کہ یہ اشعار بہادر شاہ ظفر کی غزل سے ماخوذ ہیں، جو انھوں نے قیام رنگون کے درمیان لکھے ہیں۔ لہٰذا قارئین ہماری زبان نیز ارباب نظر سے گزارش ہے کہ وہ اپنی قیمتی رائے سے بذریعہ "ہماری زبان" نواز کر ممنون احسان کریں۔

(ایم۔ اے۔ نصیر)

اردو ہندوستان میں ہر جگہ سب سے زیادہ بولی جاتی ہے

علی گڑھ۔ جامعہ اردو کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد یہاں عالی جناب پنڈت دراج ناتھ کنزرو کی صدارت میں ہوا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالعلیم نے اپنے خطبۂ صدارت میں کہا کہ "موجودہ حالات کے باوجود اردو ہندوستان کی چھٹی بڑی زبان ہے اور جتنی زیادہ تعداد میں عوام اسے بولتے ہیں اس اعتبار سے اس کی حیثیت آسامی، اڑیہ، کشمیری، پنجابی، گجراتی، ملیالم اور کنڑ زبانوں سے مختلف اور اہم ہے۔ انھوں نے کہا کہ "مردم شماری رپورٹ کے مطابق دو کروڑ ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہندوستانی عوام اردو بولتے ہیں جو بڑی تعداد میں یو پی، بہار، مہاراشٹر، آندھرا، میسور اور دہلی وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔" انھوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو ہر جگہ ہے اور کہیں نہیں ہے ہر جگہ اس اعتبار سے کہ اردو بولنے والے عوام ملک میں ہر جگہ ملتے ہیں۔ شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک۔ اور کہیں نہیں ان معنوں میں کہ سوائے کشمیر جہاں اسے سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے، کسی اور ریاست میں اسے یہ حیثیت حاصل نہیں ہے انھوں نے کہا کہ ان حالات میں جامعہ اردو جیسے اداروں کی ضرورت اور اہمیت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ رجسٹرار جامعہ جناب جعفری نے سالانہ رپورٹ سنائی اور بتایا کہ ۲ ہزار ۲ سو ۲۸ امیدواروں نے جامعہ کے امتحانات میں شرکت کی اور ۷۰ فیصدی رزلٹ رہا پنڈت ہردے ناتھ کنزرو نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اردو کی مخالفت کیوں کرتے ہیں اور سرکاری سطح پر اردو کے لئے برائے نام جو کچھ کیا جاتا ہے وہ محض ایک خالی چمچہ بچے کے منہ میں رکھنے کے مترادف ہے۔"
(قومی آواز)

اردو کو اگر ترقی نہ دی گئی تو قومی یکجہتی کبھی حاصل نہ ہوگی

نئی دہلی۔ وزارت داخلہ کی مشاورتی کمیٹی کو خطاب کرتے ہوئے جناب شیر احمد خاں ایم۔ پی نے کہا کہ اردو پورے کشمیر، پنجاب، ہریانہ، مغربی بنگال اور دوسرے بہت سے شہروں کے رہنے والے ہندو، مسلمان دونوں کی زبان تھی۔ لیکن اب یہ معدوم ہو رہی ہے حکومت کی کھلی پالیسی ہے کہ جس درجہ میں مادری زبان رکھنے والے دس طلبہ ہوں ان کے لئے استاد مہیا کیا جائے گا۔ لیکن یہ صرف کاغذ کی بات ہے موصوف نے کہا کہ اگر اعداد و شمار دیکھے جائیں تو بہت سی ریاستیں اس کے بالکل خلاف عمل پیرا ہیں۔ موصوف نے مینی تال اور کاسگنج کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہاں کے ہزاروں افراد کا یہ بیان ہے کہ اردو مشاق جاری ہے وہ اسے بچانے کے لئے اپنے اسکول کھولنا چاہتے ہیں۔ جناب شیر احمد خاں نے کہا کہ اگر اردو کی ترویج و ترقی پر زور نہ دیا گیا تو ہندوستان میں قومی یکجہتی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ (الجمعیۃ)

عثمانیہ یونیورسٹی نے ایک ملکی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا کامیاب تجربہ کیا

حیدر آباد۔ ڈاکٹر ڈی ایس ریڈی وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ نے اردو ہال حمایت نگر میں طلبہ اردو آرٹس (ایوننگ) کالج کی انجمن کا افتتاح سات شمعیں روشن کر کے کیا۔ اپنی صدارتی تقریر میں انھوں نے کہا کہ آج کے دور میں لوگوں نے علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا فیصلہ کر کے اپنی حقیقت پسندی کا جو ثبوت دیا ہے وہ کوئی نیا کام نہیں بلکہ کئی سال پہلے سابقہ حکومت نظام اس کا کامیاب تجربہ کر چکی ہے عثمانیہ یونیورسٹی ہندوستان کی واحد یونیورسٹی ہے جس نے ایک ملکی زبان کو نہ صرف ذریعہ تعلیم بنایا بلکہ تمام پیشہ ورانہ تدریس کے تمام شعبوں میں اعلیٰ سطح تک اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا تھا۔ انھوں نے اردو آرٹس (ایوننگ) کالج کی ترقی کے متعلق سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس کالج کو جلد از جلد ڈگری کالج اور اس میں سائنس کے شعبے کا قیام عمل میں لانا چاہئے اور یونیورسٹی اس کی ہر طرح ہمت افزائی کرے گی اور حکومت کو بھی اس ضمن میں فراخدلانہ امداد دینی چاہئے مرزا رضا علی بیگ نائب صدر کے شکریہ پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا بعد جلسہ کالج کے طلبہ نے ایک کلچرل پروگرام پیش کیا۔ (رہنمائے دکن)

شمالی ہند نے سہ لسانی فارمولے پر عمل نہیں کیا

کوچین۔ مرکزی وزیر تعلیم جناب تری گونا سین نے کہا کہ سہ لسانی فارمولا مسئلہ زبان کا سب سے مناسب حل ہے وہ ہندی پرچار سبھا کے تین اسکولوں کا افتتاح کر رہے تھے انھوں نے کہا کہ مادری زبان ہندی اور انگریزی کی تعلیم بہت ہی ضروری ہے۔ قومی یکجہتی کے لئے ضروری ہے کہ ہر بچہ یہ تینوں زبانیں سیکھے انھوں نے الزام لگایا کہ شمالی ہند نے اس فارمولے کی پابندی نہیں کی ہے۔ (الجمعیۃ)

ایسا نظام تعلیم بنایا جائے جس سے قوت فکر کو جلا حاصل ہو

کالی کٹ۔ وزیر تعلیم جناب تری گونا سین نے کالی کٹ یونیورسٹی کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تعلیمی ڈھانچہ پر از سر نو غور کرنا چاہئے کالی کٹ یونیورسٹی ترویندرم میں دوسری یونیورسٹی ہے انھوں نے کہا کہ ماہرین کا خیال ہے کہ ہم تعلیم پر جو روپیہ خرچ کر رہے ہیں وہ غلط خرچ ہو رہا ہے نظام تعلیم ایسا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی قوت فکر کو جلا نہیں ملتی۔ ایسی تعلیم جو انسان کو غور و فکر سے عاری کرے بیکار کی محنت ہے انھوں نے سائنس کی تعلیم پر بھی زور دیا۔ (الجمعیۃ)

اردو میں حلف جائز، الہ آباد ہائیکورٹ کا فیصلہ

الہ آباد۔ ہائیکورٹ کے جسٹس جی۔سی ماتھر نے وارانسی میونسپل کارپوریشن کے تین جن سنگھی کارپوریٹروں کی رٹ کی وہ درخواست خارج کردی جس میں ریاستی گورنر کے ۱۹ جولائی کو جاری کئے ہوئے نوٹیفکیشن کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اس نوٹیفکیشن کے ذریعہ کارپوریشن کے ممبروں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ انگریزی میں یا آئین کے آٹھویں گوشوارہ میں درج کسی بھی زبان میں حلف لے سکتے ہیں اس کے بموجب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بھی اختیار دیا گیا تھا کہ وہ حلف دلا سکتے ہیں۔ درخواست گذاران نے استدعا کی تھی کہ ۲۱ دیگر کارپوریٹروں کے خلاف جنھوں نے ہندی میں حلف نہیں لیا تھا اور جن کی حلف برداری ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کرائی تھی کو وارنٹو کی رٹ جاری کرکے جواب طلب کیا جائے کہ وہ کس حیثیت سے کارپوریشن کے اراکین کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ہائی کورٹ نے وہ عارضی حکم امتناعی واپس لے لیا جو ۹ راگست کو جاری کیا گیا تھا اور جس کے ذریعہ شفیع اللہ اور ۱۹ دیگر کارپوریٹروں کو ہدایت کی گئی تھی کہ تا حکم ثانی کارپوریشن کے اجلاسوں میں شرکت نہ کریں اور کارپوریشن کے ممبر کی حیثیت سے کام نہ کریں۔ درخواست گذاروں کے اس استدلال کو مسترد کرتے ہوئے فاضل جج نے کہا کہ گورنر کورٹ کی اس درخواست میں فریق نہیں بنایا گیا ہے اس لئے موصوف کو ان الزامات کا جواب دینے کا کوئی موقع نہیں حاصل ہوسکا جو ان کے خلاف عائد کئے گئے ہیں۔ مجھے اطمینان ہے کہ ضابطے نیک نیتی سے بنائے گئے ہیں اور اختیارات کا بادلی استعمال نہیں کیا گیا گورنر کو یہ اختیار ہے کہ وہ مسلمانوں سمیت عوام کے تمام طبقوں اور ان کی اردو میں حلف لینے کی خواہش کا لحاظ رکھیں۔

(سیاست)

آل انڈیا غالب کمیٹی کی ریاستی شاخ کی تنظیم کے سلسلے میں فخرالدین علی احمد کا دورہ

لکھنؤ۔ آل انڈیا غالب صدسالہ کمیٹی کے جنرل سکریٹری مرکزی وزیر صنعت جناب فخرالدین علی احمد ۱۸ اور ۱۹ اکتوبر کو غالب صدسالہ کمیٹی کے سلسلے میں لکھنؤ اور کانپور کا دورہ کریں گے۔ آل انڈیا غالب صدسالہ کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب فخرالدین اور صدر وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ہیں۔ آل انڈیا کمیٹی کے نائب صدر پنڈت آنند نرائن ملا (ایم۔ پی) اترپردیش ہیں۔ آل انڈیا کمیٹی کی شاخ قائم کرنے کے مجاز کئے گئے ہیں اور وہ ریاستی غالب صدسالہ کمیٹی کے لئے گورنر اترپردیش ڈاکٹر بی گوپالا ریڈی کو صدر جناب مقبول احمد لاری (صدر آل انڈیا میر اکاڈمی) کو نائب صدر لکھنؤ کے جناب ڈاکٹر ایم۔ ایم۔ ایس سدھو کو جنرل سکریٹری اور سابق میئر جناب گرداری دھرن رستوگی کو خزانچی نامزد کرچکے ہیں۔ یہ ریاستی غالب کمیٹی واحد کمیٹی ہے جو مرکزی غالب کمیٹی سے ملحق ہوگی اور اس کی باضابطہ شاخ کہلائے گی۔ دوسری کمیٹیاں جو غالب کے نام پر بنی ہیں یا بنائی جائیں گی۔ وہ اسی ریاستی کمیٹی کے "تعاون واشتراک" سے مرکزی غالب کمیٹی کے پروگراموں میں حصہ لیں گی اور ان دوسری غیر سرکاری کمیٹیوں کو یہ بھی حق ہے کہ وہ بالکل آزادانہ طور پر اپنے پروگرام کریں۔ مرکزی غالب کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب فخرالدین علی احمد لکھنؤ اور کانپور کے دورے میں ریاستی شاخ سے متعلق سرگرمیوں کا پروگرام طے کریں گے۔ جناب فخرالدین کے اس دورے کا پروگرام مرکزی غالب کمیٹی کے نائب صدر پنڈت آنند نرائن ملا نے طے کیا ہے کہ ان ہی کے ذریعہ یہ تفصیل یہاں پہنچی ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ ہفتے ریاستی کمیٹی کے عہدیداروں کی دعوت پر ادبی شخصیتوں کا ایک مشاورتی جلسہ یہاں ہوگا جس میں پنڈت آنند نرائن ملا بھی شرکت کریں گے اور اس جلسے میں جنرل سکریٹری کی آمد کے موقع پر وسیع پیمانے پر ادبی شخصیتوں کے اجتماع کا پروگرام طے کیا جائے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ ملا صاحب اس موقعہ پر ریاستی کمیٹی کے سکریٹریوں کو بھی نامزد کریں گے سکریٹریوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہوگی۔

(قومی آواز)

کلکتہ اور مغربی بنگال میں غالب کی سوویں برسی

ایم۔ اے مجید صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو مغربی بنگال نے فیصلہ کیا ہے کہ سارے ہندوستان کی طرح مغربی بنگال میں بھی غالب کی صدسالہ برسی موثر اور شایان شان طور پر منائی جائے

اس سلسلہ میں انجمن نے ایک یادگار غالب کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس نے اس کا پروگرام طے کرلیا ہے اور انجمن کی مختلف شاخوں کے نمائندوں کے ایک عالیہ جلسہ میں اسے منظور کیا گیا ہے۔ پروگرام حسب ذیل ہیں۔ (۱) اشاعتی پروگرام۔ اس سلسلہ میں غالب کے منتخب اشعار اور غزلوں کا ترجمہ بنگلہ میں شائع کیا جائے گا۔ ترجمہ کا کام شروع ہوچکا ہے غالب سے متعلق مضامین کا ایک اردو مجموعہ شائع ہوگا۔ ایک یادگار مجلہ برسی کی تقریب کے موقع پر شائع کیا جائے گا۔ اس مجلہ میں غالب سے متعلق مضامین اور نظمیں نیز اشتہارات شامل ہوں گے۔ (۲) غالب سے متعلق طلبہ سے مضامین طلب کئے جائیں گے اور بہتر مضامین پر انعامات دیئے جائیں گے۔ مضمون کا عنوان ہوگا غالب کے کلام میں اخلاقی قدریں۔ تفصیلات عنقریب شائع کی جائیں گی طلبہ کے درمیان تقریری مقابلہ بھی کرایا جائے گا اور اچھی تقریروں پر انعامات دیئے جائیں گے۔ (۳) کلکتہ کارپوریشن سے اپیل کی جائے گی کہ کلکتہ کی کسی مشہور شاہراہ کا نام بدل کر غالب کے نام پر رکھا جائے حکومت مغربی بنگال سے درخواست کی جائے گی کہ کلکتہ مدرسہ عالیہ کے تاریخی مشاعرہ میں جس جگہ غالب شریک ہوئے تھے وہاں ایک کتبہ نصب کرایا جائے حکومت سے یہ بھی درخواست کی جائے گی کہ وہ بیکر ہوسٹل یا ایلیٹ ہوسٹل کا نام بدل کر غالب ہوسٹل رکھ دیا جائے (۴) جشن کی تاریخوں کا تعین کرکے مندرجہ ذیل تقریبیں منعقد کی جائیں گی (الف) تمثیلی مشاعرہ (ب) کل ہند مشاعرہ (ج) غالب سے متعلق مختلف زبانوں کے دانشوروں کا سیمینار (د) غالب کی غزلوں کی نغمہ سرائی اور نغمہ سرائی کا مقابلہ (ہ) مرزا غالب فلم کی نمائش (و) غالب کی اور غالب کے متعلق تصانیف کی نمائش (۵) مندرجہ بالا تقریبات کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں یہ طے پایا ہے کہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۸ء تک یادگار غالب کمیٹی کے ممبران بنائے جائیں اور ان ممبروں سے دس روپیہ ممبری فیس وصول کی جائے۔ ہر مقامی شاخ کم از کم دس ممبر بنائے ممبر سازی کے بعد ہی ممبران باضابطہ مجلس عاملہ کی تشکیل کریں گے۔ سرپرستی قبول کرنے والے حضرات سے کم از کم ایک سو روپے وصول کئے جائیں گے۔ تمام اردو دوستوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں یادگار غالب کمیٹی کے ممبر بن کر اس کام کو تقویت پہونچائیں۔ دیگر تفصیلات عنقریب شائع کی جائیں گی۔

(نامہ نگار)

غالب کنونشن اور مشاعرہ

لکھنؤ۔ یہاں قیصر باغ کی بارہ دری میں مرزا اسد اللہ خاں غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلے میں ادیبوں اور شاعروں کا ایک کل ہند کنونشن ہو رہا ہے۔ جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب جی ایم صادق نے اس کنونشن کے لئے اترپردیش غالب صد سالہ جشن کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب پی این ٹی کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ "غالب نے انسانیت کے لئے جو پیغام دیا ہے اس میں رنگ و نسل اور مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ غالب کی یاد ہمارے دلوں میں ہر دم تازہ رہتی ہے بحیثیت شاعر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ انھوں نے انسان کی فطرت اور اس کی امنگوں کی بھرپور ترجمانی کی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی شاعری ہمہ گیر ہے اور ساری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اردو شاعری کے معماروں کی صف میں غالب ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے ہندوستانی ادب کی تاریخ کے اوراق پر نقوش ثبت کئے ہیں میں اس موقع پر غالب صد سالہ جشن کمیٹی اترپردیش کو اپنی نیک خواہشات بھیجتا ہوں۔" اس کنونشن کی صدارت علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبد العلیم نے کرنا منظور کرلیا ہے۔ افتتاح ہندی کے ادیب اور بنارس ہندو یونیورسٹی کے رجسٹرار ڈاکٹر ہزاری پرشاد دویدی کریں گے۔ اس کنونشن میں ملک بھر کے دو سو ادیب اور شاعر شرکت کریں گے۔

(قومی آواز)

پروفیسر نجیب اشرف ندوی کے سوگ میں دہلی یونیورسٹی میں تعزیتی جلسہ

دہلی۔ شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کرام کا ایک جلسہ ٹیوٹوریل بلڈنگ کے کمرہ الیف ۳۵ میں منعقد ہوا جس میں پروفیسر نجیب اشرف ندوی مرحوم کے انتقال پر ملال پر تعزیتی تقریر منظور ہوئی۔ اور ان کی علمی و ادبی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ آخر میں جناب مغیث الدین فریدی صاحب استاذ شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی نے پروفیسر ندوی مرحوم کی وفات پر مندرجہ قطعہ تاریخ پیش کیا

رخصت ہوا وہ ساقیٔ صہبائے علم و فن
"بزم خیال میکدہ بے خروش ہے"
سید نجیب اشرف ندوی کی موت سے
"ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے"
شامل ہے دل کا کرب بھی سال وفات میں
"اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے"
۲۲۲ + ۱۷۴۶ = ۱۹۶۸ عیسوی

(سید ظہیر الحسن)

گورکھپور یونیورسٹی میں نجیب اشرف ندوی کا سوگ

گورکھپور۔ شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کا ایک تعزیتی جلسہ صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر محمود الٰہی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر نجیب اشرف ندوی کے انتقال پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ ایک قرارداد کے ذریعہ مرحوم کی علمی اور ادبی خدمات کو سراہا گیا اور ان کے پسماندگان سے صبر جمیل کی تلقین کی گئی۔ (منور حسین کنوینر)

اردو گھر فنڈ

انجمن ترقی اردو ہند کی ایک پانچ منزلہ عمارت نئی دہلی میں بن رہی ہے اس کا نام "اردو گھر" رکھا گیا ہے۔ زمین لے لی گئی ہے سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے اور تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

تعمیر کے سلسلے کے جملہ کاموں کے لئے ایک سب کمیٹی بنادی گئی ہے۔ جو تکمیل تک نگراں رہے گی۔

اس عمارت کے نقشے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ عمارت انجمن کے تمام شعبوں کے لئے آرام دہ ہو مگر بہت سادہ، کم خرچ اور خوشنما ہو۔ شان و شوکت اور نمائش سے حتی الوسع بچا جائے لیکن حسن و رعنائی عمارت میں ایسی نمایاں ہو کہ نئی دلی کے ماحول میں کھپ سکے اور اجنبی نہ معلوم ہو۔ ساتھ ہی اس کے در و دیوار میں اردو کی عظمت و وقار، شیرینی و دلآویزی بھی جھلکتی ہو۔

اس عمارت پر لاگت کا تخمینہ ساڑھے سات لاکھ روپیہ کیا گیا ہے اور اردو گھر فنڈ میں انجمن نے جو رقم اب تک جوڑ جوڑ کر جتن سے رکھی ہے وہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ بنک میں موجود ہے۔ ایک لاکھ بڑے عطیوں سے ملنے کی توقع ہے اب پانچ لاکھ اور جمع کرنے کی ضرورت ہے اردو کی مقبولیت اور ہمہ گیری کو دیکھتے ہوئے اس رقم کے فراہم ہونے میں بظاہر کوئی دقت نہ ہو گی۔ اتنی رقم تو حکومت اور چند محبان اردو کے دست کرم سے بہ سہولت بہم پہنچ سکتی ہے لیکن اراکین انجمن کی تمنا ہے کہ اردو گھر کی تعمیر میں ہر اردو دوست کا حصہ اور شرکت ہو۔ اس کی ایک ایک اینٹ پر عوام کی محبت کی مہر ثبت ہو۔ اس کے بنانے والوں میں ہزاروں اور لاکھوں ناموں کی طویل فہرست ہو۔

اس مقصد کے لئے طریقہ کار یہ تجویز کیا گیا ہے کہ خود اراکین انجمن جن کی تعداد لگ بھگ پچاس کے ہے اور انجمن کی شاخوں کے ذمہ دار ملک بھر میں چندہ جمع کریں۔ اس غرض کے لئے چندہ وصول کرنے والوں کے پاس ہر صوبے اور بڑے شہروں میں مندرجہ ذیل رسیدیں مطبوعہ ہوں گی۔

ایک روپیہ، پانچ روپیہ، دس روپیہ، بیس روپیہ اور پچاس روپیہ والی رسیدیں جن پر رقم چھپی ہوئی ہے صرف ایک سطر نام پتے اور وصول کنندہ کے دستخط کی ہے۔ رقم جب دفتر پہنچ جائے گی تو رقم دینے والوں کے نام "ہماری زبان" میں ہفتہ وار شائع ہوں گے ظاہر ہے یہ کام انجمن اپنی بساط کے مطابق زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ انجام دینے کی سعی کرے گی۔ پھر بھی کام کرنے والوں کی تعداد چند دہائیوں سے زیادہ نہ ہو گی اور مناسب بھی یہی ہے کہ ہر شخص کو چندہ وصول کرنے کا مجاز نہ بنایا جائے۔ اسی میں انتظام قائم رہے گا اور کسی قسم کی بے عنوانی نہ ہو سکے گی۔ چونکہ رکن ہوں گے وہ سب اعزازی ہوں گے ان کے پاس نہ اتنا وقت ہو گا اور نہ اتنے وسائل کہ وہ ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گھر تک پہنچ سکیں۔

اس لئے زیادہ تر حضرات کو براہ راست انجمن کے صدر دفتر منی آرڈر، چیک یا ڈرافٹ وغیرہ سے رقم بھیجنی ہو گی۔ رقم بھیجنے کے لئے اتنا پتہ کافی ہو گا۔

"جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ (یوپی)"

عنقریب ہر ریاست میں جو صاحب بھی چندے کی مہم کے ذمہ دار ہوں گے ان کے اور ان کے معاونین کے ناموں کا "ہماری زبان" اور دوسرے اخباروں میں اعلان ہو گا۔ تاکہ مقامی طور پر رقم حوالے کرنے میں آسانی ہو۔

جو رقمیں براہ راست یا بہ توسط دفتر پہنچیں گی دفتر سے ان کی ایک رسید جاری ہو گی اور ان کے اسمائے گرامی کی فہرست ہفتہ وار "ہماری زبان" میں شائع ہو گی۔

اس سلسلے میں "ہماری زبان" کی اشاعت کی طرف بھی اہل استطاعت توجہ کریں تو انجمن کے لئے اور اردو تحریک کے لئے بڑی تقویت کا باعث ہو گا۔

ہم چاہتے ہیں کہ چندہ دینے والے حضرات وہی رقم دیں جو ان کے حالات کے مطابق ہو اور طبیعت پر بار نہ گزرے۔ مگر ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ جو بھی آپ بہ سہولت عنایت کریں اس میں دیر نہ کریں تاکہ ہمارا کوٹہ جلد سے جلد پورا ہو جائے اور ہم فخر و مسرت کے ساتھ فہرست کے جلد بند کرنے کا اعلان کر سکیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سب اردو دوستوں کے تعاون سے اردو گھر بہت جلد بن جائے گا۔

(پروفیسر) آل احمد سرور۔ جنرل سکریٹری انجمن

انجمن ترقی اردو ہند پرنٹر و پبلشر سید سجاد علی نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا